پروفیسر ڈاکٹر اشرف سلیمان (بہاول پور)

دیباچہ نگاری..........اور عبدالمجید سالک

کسی کتاب یا رسالے کے تعارف کو دیباچہ کہتے ہیں جس میں کتاب کے متن کے بارے میں وضاحتی یا اختلافی انداز اختیار کیا جاتا ہے اور اصل کتاب کی تعریف و تحسین یا تنقید و محاکمہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مصنف کی شخصیت اور اسلوب نگارش پر بھی بات کی جاتی ہے جس میں ان محرکات کا سراغ بھی لگایا جاتا ہے جو اس کی تخلیق کا باعث بنے۔اردو ادب میں دیباچہ کو مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے جن میں مقدمہ، تمہید، پیش لفظ، پیش کلام، حرف آغاز، تعارف، اعتزار اور حرف چند جیسے معروف نام شامل ہیں جب کہ یہ بات لکھنے والے پر منحصر ہے کہ وہ کتاب کے بارے میں لکھے یا صاحب کتاب کے بارے میں اظہار خیال کرے اور اس کا جو عنوان چاہے تجویز کرے البتہ مصنف کی عدیم الفرصتی کی صورت میں مختصر رائے کو دیباچے سے ممیّز کرنے کے لئے ''فلیپ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ جو بالعموم کتاب کے فلیپ یا گردو پیش کے اندرونی حصے پر درج کر دی جاتی ہے۔ دیباچہ نگاری کے ضمن میں ''تقریظ'' کا ذکر بھی غیر مناسب نہیں جس میں ''زندہ کی تعریف، خواہ راست ہو، خواہ دروغ'' کے اصول پر کی جاتی ہے اس میں حق دوستی نبھاتے ہوئے کتاب کی ہر حال میں تعریف و تحسین ہی کی جاتی ہے اور وہ بھی بعض اوقات غیر مدلل انداز میں۔ لیکن دیباچے اور تقریظ میں بنیادی فرق یہ رہا ہے کہ دیباچہ ابتدائیہ کے طور پر ہوتا ہے اور تقریظ خاتمہ سخن کا دوسرا نام سمجھا جاتا ہے خواہ وہ مصنف کے اپنے قلم ہی سے کیوں نہ لکھی گئی ہو۔ مرزا غالب عمر بھر خاتمہ کتاب کو تقریظ سمجھتے رہے چنانچہ ''قاطع برہان'' طبع اوّل کے خاتمہ پر تقریظ خود ان کے اپنے قلم سے تحریر کردہ ہے۔

آج کے اہل قلم اور دانشور دیباچہ نگاری اور فلیپ نگاری کے ذریعہ سے اکثر و بیشتر ''حق نمک'' ادا کرتے ہیں یہ ایک سراسر غیر علمی اور غیر ادبی رویہ ہے۔ ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' نے مئی ۱۹۹۸ء کی اشاعت میں، مرحوم عبدالمجید سالک کے کالموں میں سے نیاز فتح پوری سے متعلق جو اقتباسات شائع کئے ہیں، وہ ایک دور کے غیر علمی اور غیر ادبی رویوں پر ظریفانہ طنز اور عالمانہ گرفت کا عمدہ نمونہ ہیں۔ سالک چونکہ میرے مطالعے کا مستقل موضوع ہیں، اس لئے میں نے چاہا کہ ان کی ''کالم نگاری'' ہی نہیں، کچھ ان کی ''دیباچہ نگاری'' سے بھی قارئین کو متعارف ہونا چاہیے۔ سالک کے دیباچے دیکھتے ہوئے یہ خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے کتابوں کے تعارف میں متون کی ان خصوصیات کا تذکرہ بھی کیا ہے جو قاری کی نظر سے شاید اوجھل ہی رہ جائیں۔ یوں قاری کو ایک نئے زاویے سے کتاب کے مطالعے کی راہ سجھاتی ہے بلکہ وہ کتاب کی تفہیم میں مصنف کی شخصیت کو بھی خول سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیتے ہیں اس طرح کتاب اور مصنف میں

دوری ختم ہوجاتی ہے۔ سالک نے اپنے دیباچوں میں، اختصار سے موضوع یا مصنف کے بارے میں وقیع اور مستند معلومات فراہم کی ہیں بلکہ بعض اسقام واغلاط کی وضاحت بھی کر دی ہے مگر مطالب و مفاہیم کا اعادہ کرنے یا ان کی تشریح و توضیح سے عملاً احتراز کیا ہے کیونکہ ایسا کرنا ان کا منصب ہی نہ تھا۔

نوجوان ادیب اور شاعر حضرات کی نگارشات کو سالک اس طرح پیش کرتے تھے کہ ایک طرف ان کی جملہ خصوصیات اجاگر ہوجاتیں اور دوسری طرف نوجوانوں کی خود اعتمادی، عزت نفس اور خودداری مجروح نہ ہونے پائے بلکہ وہ اپنے عہد میں نامور ادیبوں اور شاعروں میں سر اونچا کر کے اپنی بات کہہ سکیں جیسا کہ "شعلۂ گل" کے "تعارف" میں عبدالمجید سالک احمد ندیم قاسمی کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہیں۔

"میں سمجھتا ہوں کہ "شعلۂ گل" ندیم کی شاعری کے تیسرے دور کا "سنگ میل" ہے۔ اور اس کی شاعری اب اپنے نقطہ کمال کے قریب پہنچ گئی ہے"(۱) سالک کی دیباچہ نگاری کی اہم خصوصیت کتاب کا تعارف کراتے ہوئے قارئین کے دل میں مصنف اور کتاب کے بارہ میں ہمدردانہ نقطۂ نظر پیدا کرنا ہے۔ انہوں نے نو آموز شاعروں اور نومشق ادیبوں کی نگارشات کو اس خوبی اور نفاست کے ساتھ متعارف کرایا کہ مستقبل میں ان کی مقبولیت کا گراف اونچا ہی ہوتا گیا۔ مثال کے طور پر عاصی کرنالی کے مجموعہ کلام "رگ جاں" کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک تو یہ خصوصیت بھی آج کل کے زمانے میں حیرت انگیز ہے کہ عاصی کے کلام میں اغلاط زبان یا تسامحات فن بالکل مفقود ہیں اور میرا تجربہ یہ ہے کہ فن اور زبان سے بے پرواہو کر کوئی شخص آج تک بڑا شاعر تسلیم نہیں کیا گیا۔ عاصی کرنالی اپنی جوانی کے عالم ہی میں بڑے شاعر ہیں اور چند سال بعد انشاء اللہ وہ بہت بڑے شاعر ہوں گے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

میں ان چند الفاظ کے ساتھ "رگ جاں" کو ارباب ذوق کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور مطمئن ہوں کہ میرا یہ ارمغاں اہل نظر کے نزدیک حسن قبول کا مستحق ہو گا (۲)

سالک نے نوجوان اہل قلم کی نگارشات کو متعارف کراتے ہوئے بعض اصناف سخن کی اہمیت اس طرح واضح کی کہ کہنہ مشق ادیب شاعر بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس طرح موضوعات اصناف اور اسالیب کے حوالہ سے کیے گئے تجربات کے متعلق بے گانگی اور بے اتفاقی کی فضا ختم ہوئی اور تازگی اور تازہ کاری کو راہ ملی۔ مثال کے طور پر سجاد حیدر کے پنجابی ڈراموں کے مجموعے "ہوادے ہوکے" کے دیباچے میں وہ پنجاب بھر کے اہل قلم اور صاحب فن حضرات کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"سجاد حیدر دا فن پنجابیاں دے واسطے فخر دا مقام اے مینوں یقین اے کہ اونہاں دے افسانے تے ڈرامے ویکھ کے پنجابی زبان دے پریمی ادیب خودوی ایس بولی وچ لکھن دی کوشش کرن گے" (۳)

دیباچہ لکھتے ہوئے سالک کتاب کے متن میں موجود ابہام کو دور کرتے ہیں اور اس کی تفہیم کے لئے وقیع معلومات فراہم کرتے ہیں۔ جب کہ مقدمہ میں اس صنف کی روایت، خصوصیات، اقسام، اس کے لوازمات اور ارتقاء پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔ مثال کے طور پر "حرف و حکایت" کے مقدمہ میں طنزوظرافت کے حوالے سے روزنامہ صحافت میں ظرافت کی ابتداء اس کے موضوعات، فکاہیہ کالم کی اہمیت و افادیت اور فکاہیہ کالم کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جب کہ "حرف و حکایت" کے حوالے سے چراغ حسن حسرت کا فکاہیہ کالموں کا فکری و فنی تجزیہ بھی نمایاں ہے جس سے "حرف و حکایت" کی تفہیم آسان ہو جاتی ہے قاری پہلے سے زیادہ لطف و انبساط محسوس کرتا ہے اور اس کی نظر میں چراغ حسن حسرت کے فکاہیہ کالموں کی اہمیت و افادیت بڑھ جاتی ہے۔

سالک کی دیباچہ نگاری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط ہی کہتے ہیں اس پر کس قسم کی ملمع کاری نہیں کرتے۔ وہ اپنے آدرش اور نصب العین سے انحراف بھی نہیں کرتے اور زیر بحث موضوع میں اقدار و روایات کی خلاف ورزی پر خاموش بھی نہیں رہتے گویا ردّ و قبول میں حدّ اعتدال سے انحراف ان کے ہاں ناپید ہے۔ یہی دیباچہ نگاری کی خوبی اور تنقید و محاکمے کی روح ہے۔

سالک کی دیباچہ نگاری میں تنوع ہے "لطائف الادب" .... "بغاوت عرب"......... "حرف و حکایت"......... "کشمکش" .... "آغا حشر ماتا ہری" .... "افق سے افق تک" .... "تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی"......... اس بازار میں"......... "شہاب ثاقب" .... "رگ جاں" .... "جلال و جمال" .... "شعلۂ گل"......... "مضامین حسرت" ....اور "ہوا دے ہوکے" کے بارے میں ان کی وقیع اور متوازن رائے قارئین کے وسیع حلقے میں مقبولیت کا باعث تھی۔

باقاعدہ دیباچہ نگاری کے علاوہ سالک نے اخبارات و جرائد میں تبصرۂ کتب کے عنوان سے بھی کام کیا وہ "تہذیب نسواں" .... "کہکشاں" .... "صحیفہ" .... "مخزن" .... اور ہم عصر ادبی رسائل میں کتب اور رسائل کا تعارف کراتے اور ان پر تبصرہ کرتے تھے۔ جب کہ روزنامہ "انقلاب" کے ادبی ایڈیشن میں بھی معاصرین کی کتب پر تبصرے شائع ہوتے تھے۔ جنہیں پڑھ کر آج بھی تبصرہ نگار کی ادبی حیثیت، نظری وسعت اور فنی مہارت کا احساس ضرور ہوتا ہے۔

حواشی

۱۔ "شعلۂ گل"، از احمد ندیم قاسمی، صفحہ نمبر ۱۳ بار اوّل ۱۹۵۲ء

۲۔ "رگ جاں"، از عاصی کرنالی، صفحہ نمبر ۱۱۔۱۲ طبع اوّل مئی ۱۹۵۷ء مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور

۳۔ "پنجابی ادب تے سالک"، مرتبہ عبدالسلام خورشید، صفحہ نمبر ۷ پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور